سورہ روم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

ایت نمبر(۳۱-۳۲)

وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ○ مِنَ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَکَانُوۡا شِیَعًا کُلُّ حِزۡبٍۭ بِمَا لَدَیۡہِمۡ فَرِحُوۡنَ ○

ترجمہ:اورنہ ہوجاناتم مشرکوں میں سے یعنی ان لوگوں میں سے جنہوں نے پھوٹ ڈال دی اپنے دین میں اور بٹ گئے فرقوں میں۔ہرفرقہ اس(طریقے)پرجوان کے پاس ہے مگن ہے۔

خطبہ

جمعة المبارک

19رجب المرجب1431ھ بمطابق 2جولائی 2010

عنوان

جزبات سے نہیں ہوش سے

زیراہتمام: شعبہ دینی امور جوھری ٹرسٹ (جامع مسجد محمدی نئی آبادی اثاری سروبہ لاہور)

نوٹ:ہم وضاحت کے ساتھ یہ بات آپ کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ الحمدللہ ہمارا کسی فرقہ کسی مسلک کسی سیاسی گروہ یا جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے ہمارا عزم ہے کہ ہم نے اپنے معاشرے سے انتشاراور افتراق(صوبائیت لسانیت فرقہ واریت)کوختم کرنا ہے اور بہترین معاشرہ بنانا ہے اس کیلئے ہم نے ایک انسانی کوشش شروع کی ہے اور ہرانسانی کوشش میں غلطیوں کا امکان رہتا ہے لہٰذا ہماری تحریر میں جو کچھ صحیح نظر آئے نور قرآنی ہے اور جہاں کہیں غلطی نظر آئے وہ ہماری اپنی کوتاہی ہے اس ادنیٰ سی کوشش کو آپ تک پہنچانے کیلئے خطبات کا سلسلہ ایک کڑی ہے،ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ ہماری اس کاوش کوسراہیں گے اور آپ کو ہم اپنے شانہ بشانہ پائیں گے۔اللہ پاک ہمیں استقامت دے اور معاشرتی بہتری کیلئے زیادہ سے زیادہ کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔امین

بتعاون: محترم جاوید اختر جوھری صاحب صدر جوھری ٹرسٹ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَلَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوْفُوْ عَھْدَہٗ

اَمَّا بَعْدُ۔

فَاَعُوْذُ بِا اللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّ جِیْمِ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّ حِیْمِ O

مَاکَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْ تِیَہُ اللّٰہُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًالِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (3/78)

صَدَ قَ اللّٰہُ الْعَظِیْم وَصَدَقَ رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْم O

آج کا خطبہ جمعۃ المبارک کا عنوان ہے، جذبات نہیں ہوش کی ضرورت ہے،

ہم نے اس موضوع کا انتخاب اس لئے کیا ہے کہ ہمارے کچھ بھائی جذبات کی گنگا میں بہہ جاتے ہیں سوچ فکر ہوش، تدبر سے کام نہیں لیتے اس وقت جذبات کے بجائے ہوش کی اشد ضرورت ہے اور ہوش بھی وہ جسکی راہنمائی قرآن کرتا ہے آیئے سنتے ہیں قرآن احترام انسانیت کے حوالے سے ہماری کیا راہنمائی کرتا ہے۔

مسلم انسان غیر مسلم انسان معاشرہ کی دو شکلیں ہیں ہمارا موضوع ان حقوق سے متعلق ہے جو قرآن کی رو سے دنیا کے ہر انسان کو محض انسان ہونے کی حیثیت سے حاصل ہیں۔ یہ حقوق کسی معاہدہ یا میثاق سے مشروط نہیں ہونگے۔ نہ کسی خدمت کا معاوضہ، یہ بلامشروط ہونگے اور بلا مزد و معاوضہ، ہر انسان کو بلا تخصیص مذہب، ملت، زبان، رنگ، نسل، وطن محض انسان ہونے کی جہت سے حاصل ہونگے۔ سنیئے یہ حقوق کیا ہیں؟ جنہیں ہر انسان قرآنی معاشرہ سے طلب کر سکتا ہے۔

احترام آدمیت:

پہلا حق یہ ہے کہ ہر انسانی بچہ پیدائش کے اعتبار سے یکساں طور پر عزت کا مستحق ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَابَنِیْٓ اٰدَمَ (17/70) قرآن کا ارشاد ہے یعنی ہم نے تمام فرزندانِ آدم کو واجب التکریم پیدا کیا ہے، لہٰذا پیدائش (حسب، نسب، ذات، برادری وغیرہ) کے اعتبار سے انسان اور انسان میں فرق امارت اور غربت کے لحاظ سے انسانوں میں تمیز، کسب و ہنر اور پیشوں کے اعتبار سے انسانوں میں تفریق اس پیدائشی حق کے خلاف ہے۔ مختصر الفاظ میں، انسان کی تذلیل، خواہ کسی جہت سے ہو، اس حق کی خلاف ورزی ہے ''آدمیت، احترام، آدمی'' قرآن کا پہلا اصول ہے اور انسان کا اولیں بنیادی حق، بلامشروط۔

جنسی مساوات:

قرآن کریم کی رو سے، جنسی تفریق نہ وجہ ذلت ہے نہ باعثِ امتیاز۔ یعنی نہ مرد، محض مرد ہونے کی حیثیت سے، عورتوں سے افضل ہیں، اور نہ ہی عورتیں، محض عورت ہونے کی بناپر، مردوں سے کمتر، زندگی کی ابتداء، نفسِ واحدہ سے ہوئی ہے۔ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ (4/1) قرآن کا ارشاد ہے ہر انسانی بچہ میں، خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی، کچھ حصہ مرد کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ عورت کا۔ اِنَّاخَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍوَّاُنْثٰی (49/13) اس لئے نہ مرد، عورتوں سے کوئی نوع ہیں، نہ عورتیں، مردوں سے الگ کوئی جنس، دونوں نوع انسان کے افراد ہیں اور جس مقام کا مستحق ایک انسان ہے، اس میں مرد اور عورت، دونوں یکساں طور پر شریک ہوتے ہیں۔ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس کے دروازے ایک صنف کیلئے کھلے رکھے جائیں، اور دوسرے پر بند کر دیے جائیں۔ حیاتیاتی طور پر (Biologically) مرد اور عورت کی ساخت میں جو فرق ہے اس کا تعلق ان کے طبعی وظائف حیات سے ہے۔ انسانیت کی سطح پر دونوں میں کوئی فرق نہیں، اس میں عمل کا میدان دونوں کیلئے یکساں ہیں اور عمل کے نتائج بھی یکساں، لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْ کُمْ مِّنْ ذَکَرٍاَوْاُنْثٰی بَعْضُکُمْ مِنْ بَعْضٍ (3/194) تم میں سے کسی کام کرنے والے کے کام کا اجر ضائع نہیں ہوسکتا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ مرد اور عورت کی تخصیص کے معنی کیا ہیں؟ تم ایک دوسرے کا اجزاء ہو۔ تم خلقت کے اعتبار سے ایک ہو۔ زندگی کے تمام معاملات میں یکساں طور پر شریک رہتے ہو۔ تم ایک نوع کے فرد ہو قرآن کریم کس طرح مردوں اور عورتوں کو زندگی کے ہر میدان میں دوش بدوش گامزن بناتا ہے۔

لہٰذا جنسی مساوات، انسانیت کا بنیادی حق ہے جسے کسی صورت میں بھی غصب نہیں کیا جاسکتا۔ قرآنی معاشرہ اس حق کو برقرار رکھنے کا ذمہ دار ہے۔

مدارج علیٰ قدرِ اعمال:

احترام آدمیت کے بعد، معاشرہ میں مختلف افراد کے مدارج کا سوال سامنے آتا ہے اس کیلئے اصول یہ ہے کہ۔ وَلِکُلٍّ دَرٰجٰتٌ مِّمَّاعَمِلُوْا (46/19) ہر ایک درجہ اور مرتبہ، اس کے اعمال اور کردار کے مطابق متعین کیا جائے گا۔ یعنی سب سے پہلے ہر انسان کی عزت بحیثیت انسان ہوگی، اور اس کے بعد اس کے جو ہر ذاتی اور حسن

سیرت وکردار کو دیکھا جائے گا، اور ان کے مطابق سوسائٹی میں اس کا مقام اور درجہ مقرر کیا جائے گا، جو جتنی زیادہ خوبیوں کا مالک، وہ اتنے ہی اونچے مقام کا مستحق۔ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَاللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (49/13) جو سب سے زیادہ حسنِ عمل کا پیکر، وہ سب سے زیادہ واجب العزت۔ نیچے سے لے کر اوپر تک، عزت کا ہر مقام ہر شخص کیلئے کھلا ہوگا، جسے وہ، اپنی قابلیت اور حسنِ سیرت کی رو سے بطور حق حاصل کر سکے گا۔ اس کا یہ حق اس سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ نہ ہی تعین مدارج کا کوئی اور معیار مقرر کیا جا سکتا ہے۔

حق آزادی:

آزادی ہر شخص کا پیدائشی حق حاصل ہے،، یہ نعرہ اور اعلان تو آپ نے ہر جگہ سے بلند ہوتا سنا ہوگا لیکن اس کا صحیح مفہوم بہت کم سامنے آیا ہوگا۔ جس جگہ سے آپ نے یہ نعرہ بلند ہوتے دیکھا ہوگا، وہیں سے آپ نے آئے دن ایسے احکام نافذ ہوتے بھی دیکھے ہونگے جو ہر شخص کی آزادی پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کرتے چلے جائیں۔ لہٰذا یہ بات کسی کی سمجھ میں ہی نہیں آتی کہ اگر آزادی، انسان کا پیدائشی حق ہے، تو پھر اس پر یہ پابندیاں کیوں عائد کی جاتی ہیں؟ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہ پابندیاں قانون کی رو سے عائد کی جاتی ہیں، اور قانون کی رو سے عائد کردہ پابندیاں، انسانی آزادی کو سلب نہیں کرتیں۔ اس لئے کہ اگر پابندیاں عائد نہ کی جائیں تو کسی کا کچھ بھی محفوظ نہ رہے۔ لہٰذا صحیح آزادی کیلئے قانونی پابندیاں لاینفک ہیں۔ یہ درست ہے کہ معاشرہ کے قیام اور افراد کی حاظت کیلئے قانونی پابندیاں ضروری ہیں، لیکن یہ بھی تو ظاہر ہے کہ ارباب اقتدار، جنہیں قانون سازی کا اختیار حاصل ہوتا ہے جس قدر ظلم وزیادتی، قانون کے پردے میں کر سکتے ہیں، لاقانونیت کا استبداد اس کے سامنے ہیچ ہوتا ہے۔ لاقانونیت کے دور میں یہ استبداد کھلے بندوں ہوتا تھا۔ اور اس دورِ دستور وآئین میں یہ، قانون کے پردے میں ہوتا ہے۔ صاحبِ اقتدار طبقہ نے جو کچھ کرنا ہوتا ہے پہلے وہ قانون سازی کی رسم ادا کر لیتا ہے اور پھر یہ شاہ مدار کی بسم اللہ پڑھ کر پھونکی ہوئی چھری، جس جانور کے گلے پر پھیر دی جائے۔ وہ ذبیحہ حلال قرار پا جاتا ہے۔ یہ سوال بڑا اہم اور بنیادی ہے جس کا دنیا کو آج تک خاطر خواہ حل نہیں مل سکا کہ انسانی آزادی اور قانونی پابندی میں ایسی مفاہمت کی صورت کس طرح پیدا کی جائے کہ قانونی پابندیاں بھی اپنی جگہ پر قائم رہیں اور افراد کے حقوق بھی پامال نہ ہوں۔ اس کا حل قرآن نے بتایا، اس نے اس ضمن میں، پہلے یہ واضح کر دیا کہ۔ مَاکَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ یُّؤۡتِیَہُ اللّٰہُ الۡکِتٰبَ وَالۡحُکۡمَ وَالنُّبُوَّۃَ ثُمَّ یَقُوۡلَ لِلنَّاسِ کُوۡنُوۡا عِبَادًالِّیۡ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ (3/78) کبھی انسان کو اس کا حق حاصل نہیں، خواہ اسے کتاب اور حکمت اور نبوت بھی کیوں نہ ملی ہو، کہ وہ لوگوں سے کہے کہ وہ اس کے محکوم اور تابع فرمان ہو جائیں۔

قرآن کے اس اعلان عظیم نے انسانی آزادی کا ایسا بلند منشور عطا کر دیا جس کا تصور بھی ذہن انسانی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ تو رہی کامل آزادی کی شکل اب قانونی پابندی سنیئے۔ اس کیلئے اسی آیت میں۔ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ کہہ کر یہ بات سمجھائی گئی کہ افراد کی آزادی پر پابندیاں لگانا تو ضروری ہے لیکن یہ پابندیاں کوئی انسان نہیں لگا سکتا ہے۔ اس کا حق صرف خدا کو حاصل ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ خدا کی طرف سے یہ پابندیاں کس طرح لگائی جائیں گی؟ کیا یہ وہی تھیا کریسی ہوگی جس میں مذہبی پیشوائیت، خدا کے نام کی آڑ میں، ہر قسم کی من مانی کرتی ہے؟ قرآن نے کہا کہ بالکل نہیں۔ تھیا کریسی تو استبداد کی بدترین شکل ہے اسی لئے اس نے فرعون کے ساتھ ہامان کو بھی برابر کا مجرم قرار دیا ہے جو مذہبی پیشوائیت کا نمائندہ تھا۔ قانونی پابندیوں کیلئے اس نے کہا کہ۔ وَلٰکِنۡ کُوۡنُوۡا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا کُنۡتُمۡ تُعَلِّمُوۡنَ الۡکِتٰبَ وَبِمَا کُنۡتُمۡ تَدۡرُسُوۡنَ ○ (3/78) خدا نے ان حدود اور پابندیوں کو، جو انسانی آزادی پر عائد کی جائیں گی، اپنی کتاب میں واضح بیان کر دیا ہے۔ کسی کو حق حاصل نہیں ہوگا کہ ان پابندیوں میں کسی قسم کی کمی بیشی کر سکے یا ان کے علاوہ کوئی اور پابندی عائد کرے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا عملی مفہوم ہی یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی اور کو یہ اقتدار اور اختیار نہیں کہ وہ کسی کو اپنا محکوم اور تابع فرمان بنا سکے۔ اب رہا یہ کہ کتاب اللہ میں بیان کردہ حدود اور پابندیوں کی عملی تشکیل اور تنفیذ کی صورت کس طرح متعین کی جائے۔ تو اس کیلئے واضح طور پر بتا دیا گیا کہ یہ حق بھی کسی خاص گروہ اور جماعت کو نہیں دیا گیا، بلکہ یہ تمام افراد معاشرہ کا اجتماعی فریضہ ہے۔ یہ امور ان کے باہمی مشورہ سے طے پائیں گے وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَهُمۡ (42/38) یہ حق مشاورت بھی، بنیادی حقوق کی فہرست میں داخل ہے، جس میں مرد اور عورت، امیر اور غریب، سب شریک ہیں۔ اس مشاورت کی عملی مشینری، اپنے اپنے حالات کے مطابق، خود مرتب کی سکتی ہے لہٰذا قرآن نے یا تو وہ قوانین دے دیئے ہیں جن کی پابندی کی جائے گی اور یا وہ حدود متعین کر دیئے ہیں جن کے اندر رہتے ہوئے افراد معاشرہ، باہمی مشاورت سے وقتاً فوقتاً قوانین مرتب کر سکیں گے، ان حدود سے تجاوز کرنے، یا ان کے علاوہ، اور حدود وقیود متعین کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ یہ انسانی آزادی کو سلب کر لینے کے مترادف ہوگا جس کی اجازت کسی انسان کو نہیں دی جا سکتی۔ اسے وہ شرک قرار دیتا ہے سورہ شوریٰ میں ہے۔ اَمۡ لَهُمۡ شُرَکٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا لَمۡ یَاۡذَنۡۢ بِهِ اللّٰہُ (42/21) کیا ان کے کوئی اور شریک ہیں جو

ان کیلئے دین خداوندی میں ایسے قوانین بناتے ہیں جن کی اجازت خدا نے نہیں دی؟ لہٰذا انسانی معاشرہ کیلئے کوئی ایسا قانون مرتب نہیں کیا جا سکتا جس کی اجازت قرآن کریم نے نہ دی ہو۔

یہ ہے وہ طریق جس سے، قرآن کریم، انسانی آزادی پر بھی کوئی حرف نہیں آنے دیتا، اور معاشرہ میں لاقانونیت بھی نہیں پھیلنے پاتی۔ یہ قرآن کے منشور حقوق انسانیت کی منفرد خصوصیت ہے۔

جان کی حفاظت:

لیکن ضروریاتِ زندگی مہیا کرنے کی ذمہ داری سے پہلے، انسانی جان کی حفاظت کی ضمانت سامنے آتی ہے۔ قرآن نے اس باب میں واضح طور پر کہہ دیا کہ۔ وَلَاتَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (6/152) خدا نے انسانی جان کو واجب الاحترام قرار دیا ہے اس لئے کسی کو اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ کسی کو جان سے مار دے۔ ہاں! اگر حق کا تقاضا ہو تو ایسا کیا جاسکتا ہے! حق کے تقاضے کے کیا معنی ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْفَسَادٍفِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَاقَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا اگر کوئی کسی کو ناحق قتل کردے تو اس جرم کی پاداش میں اسے سزائے موت دی جاسکتی ہے یا اگر کوئی شخص معاشرہ کے نظام عدل وامن کو تہس نہس کرنے کی کوشش کرے، اور کسی طرح، اپنے اس تباہ کن رویے سے باز نہ آئے تو اسے بھی موت کی سزا دی جاسکتی ہے ایسی صورتوں کے علاوہ اگر کوئی کسی انسان جان کو ناحق تلف کردے تو یوں سمجھو کہ اس نے ایک جان کو تلف نہیں کیا، بلکہ پوری نوع انسان کو تلف کر دیا ہے اس کے برعکس۔ وَمَنْ اَحْيَاهَافَكَاَنَّمَآ اَحْيَاالنَّاسَ جَمِيْعًا (5/32) جس نے کسی ایک کی جان، بچائی تو یوں سمجھو گا یا اس نے پوری نوع انسان کی جان بچالی۔

آپ نے غور فرمایا کہ جن مخصوص حالات میں قرآن کریم نے، کسی انسان کی جان لینے کی اجازت دی ہے (یعنی قرآن کی رو سے سزائے موت) وہ بھی درحقیقت عالمگیر انسانی حقوق کی مخالفت کیلئے ہے اسی کو بالحق کہا گیا ہے۔

مال کی حفاظت:

جان کی حفاظت کے بعد ان چیزوں کی حفاظت بھی بنیادی حقوق میں داخل ہے جو قانون خداوندی کی رو سے، افراد کے ذاتی تصرف میں رہیں۔ کسی کو اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ دوسروں کی ان چیزوں کو ناجائز طور پر اپنے تصرف میں لے آئے اسی لیے فرمایا کہ لَاتَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (4/29) تم آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریق سے مت کھاؤ ''مال'' ایک جامع اصطلاح ہے جس میں ہر قسم کی مقبوضات آجاتی ہیں اور اس کا تحفظ ہر شخص کا بنیادی حق ہے یہاں سے ایک اہم نکتہ سامنے آتا ہے اگر کسی کے ہاں چوری ہو جائے یا ڈاکہ پڑ جائے، تو دنیا کے مروجہ نظام عدل کی رو سے مجرم کو سزا دے دی جاتی ہے لیکن جس کا مال چلا گیا تھا، اس کے نقصان کی تلافی نہیں ہوتی۔ اگر یہ نقصان اس کی اپنی غلطی، تساہل یا تغافل کی وجہ سے نہیں ہوا، تو اس کی تلافی کا وہ حقدار ہو گا اس اصول کا اطلاق، تا بحد امکان دیگر قسم کے نقصانات پر بھی ہو گا۔

سکونت کی حفاظت:

جان اور مال کی حفاظت کے بعد، قرآن کریم، ہر فرد کی سکونت کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے۔ اس نے یہودیوں کے خلاف جو فرد جرم مرتب کی ہے اس میں یہ بھی کہا کہ۔ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًامِّنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ (2/81) تم وہ ہو جو اپنے لوگوں کو ناحق قتل کر دیتے ہو، اور انہیں ان کے گھروں سے نکال دیتے ہو۔ لہٰذا افراد معاشرہ کو سکونت مہیا کرنا مملکت کا فریضہ ہے اور کسی کو بے گھر، بے در بنا دینا اس کے اس بنیادی حق کو غصب کر لینا ہے۔

عصمت کی حفاظت:

عصمت، انسان کی بے بہا متاع ہے یہ وہ بلند ترین قدر ہے جو صرف انسان کا خاصہ ہے۔ حیوانات میں اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ جنسی اختلاط ایک طبعی جذبہ ہے جس میں انسان اور حیوان سب شریک ہیں۔ لیکن عصمت کا جذبہ صرف انسانی سطح زندگی کا تقاضا ہے لہٰذا قرآن کریم اس حفاظت کو مستقل حق انسانیت قرار دیتا ہے اسی لیے اس نے اس حق کی پامالی کو ایک ایسا جرم قرار دیا ہے۔ جس کی سزا بڑی سخت ہے۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍمِّنْهُمَامِائَةَ جَلْدَةٍ (24/2) زانی مرد ہو یا عورت، انہیں سو سو کوڑوں کی سزا دو۔

صرف جرم زنا کا ارتکاب ہی نہیں۔ اس کے نزدیک شریف عورتوں کے خلاف تہمت بے جا بھی سنگین جرم ہے۔ جس کی سزا اسی کوڑے ہیں اس لئے کہ اس سے بھی ان

کی عصمت پر حرف آ جاتا ہے۔

اور شریف زادیوں کو چھیڑنا اور تنگ کرنا۔ ان کے خلاف طعن آمیز اور اضطراب انگیز باتیں پھیلا کر لوگوں کے جذبات کو ان کے خلاف مشتعل کرنا، اس کے نزدیک، اس سے بھی بڑا جرم ہے اس جرم کی پاداش میں اس نے کہا ہے کہ ایسے لوگوں کو شہر بدر کر دیا جائے، انہیں حقوق شہریت سے محروم کر دیا جائے۔ اگر وہ اس پر بھی باز نہ آئیں تو ان کے خلاف وارنٹ بلا ضمانت جاری کر کے انہیں گرفتار کیا جائے اور جرم ثابت ہونے پر انہیں قتل کیا جائے اس طرح ان کی پارٹی کا کوئی بھی فرد سزا سے بچنے نہ پائے وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا (33/60) یہ قانون خداوندی ہے جس کے متعلق کہا کہ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ○ (33/61) یہی قانون، خدا نے اقوام سابقہ کو بھی دیا تھا اور یہ ایسا محکم قانون ہے جس میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ان تمام حقوق کی حفاظت مملکت کا فریضہ ہے۔

مذہبی آزادی کا حق:

مذہب کے معاملہ میں قرآن کریم میں ہر انسان کو پوری پوری آزادی ہے۔ اس کے نزدیک ایمان نام ہے، صداقت کا، عقل و فکر کی رو سے علیٰ وجہ البصیرت ماننے کا۔ لہٰذا اس میں جور و اکراہ کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (18/29) ان سے کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے (اس قرآن میں) آ چکا ہے۔ تم اس پر غور و فکر کرو، اور اس کے بعد جس کا جی چاہے اسے تسلیم کر لے۔ جس کا جی چاہے اس سے انکار کر دے۔ اس نے واضح الفاظ میں بتا دیا کہ خارجی کائنات اور انسان میں بنیادی فرق یہ ہے کہ کائنات کی ہر شے اس راستے پر چلنے کیلئے مجبور ہے جو اس کیلئے تجویز کیا گیا ہے لیکن انسان کو صاحب اختیار و ارادہ پیدا کیا گیا ہے۔ اسے راستہ دکھا دیا گیا ہے اور اس کے بعد، یہ اس کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ اس راستے کو اختیار کرے یا اس سے انحراف برتے۔ وہ اگر اسے اختیار کرے گا تو اس کی زندگی خوشگواریوں میں گزرے گی۔ اس سے سرتابی برتے گا، تو نقصان اٹھائے گا اگر اسے مجبوراً صحیح راستے پر چلانا مقصود ہوتا تو اسے بھی دیگر اشیائے کائنات کی طرح مجبور پیدا کر دیا جاتا۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ اسے صاحبِ اختیار و ارادہ پیدا کیا گیا ہے اب یہ بات منشائے خداوندی کے خلاف ہو گی کہ اسے ایک خاص راستہ اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے۔ قرآن نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اگر تمہارے خدا کے پروگرام میں یہ ہوتا کہ انسان کو ایمان کے راستے پر مجبوراً چلایا جائے۔ تو اس کے لیے ایسا کرنا کیا مشکل تھا، وہ انسانوں کو پیدا ہی ایسے کرتا کہ وہ سب کے سب، آنکھ بند کیے، بھیڑ بکریوں کی طرح، اسی راستے پر چلے جاتے۔ لیکن اس نے انسان کو ایسا پیدا نہیں کیا۔ اسے اس باب میں اختیار دیا گیا ہے۔ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ (10/99) تو کیا تو انہیں مجبور کرے گا کہ وہ بالضرور ایمان لے آئیں۔ یہ تو مشیت خداوندی کے خلاف ہو گا اس لیے تیرا کام یہ ہے کہ تو اس پیغام کو ان لوگوں تک پہنچائے جا۔ اس سے زیادہ کا تو مکلّف نہیں لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (2/256) غلط اور صحیح راستہ (اس قرآن کے ذریعے) متمیز ہو کر سامنے آ چکا ہے۔ اس کے بعد، دین کے معاملہ میں کسی پر کوئی جبر نہیں ہو گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام مذہب نہیں (مذہب کا لفظ سارے قرآن میں کہیں نہیں آیا) اس لئے وہ مذاہب عالم میں سے کسی کو اپنا حریف نہیں قرار دیتا وہ ایک دین، یعنی ضابطہ زندگی یا مملکتی نظام ہے۔ وہ اس کی اجازت تو نہیں دے سکتا کہ اس کی حدود مملکت میں رہنے والے کوئی دوسرا نظام مملکت قائم کریں یہ ریاست درون ریاست (State Within State) قائم کرنے کے مترادف ہو گا جس کی کہیں بھی اجازت نہیں مل سکتی لیکن وہ اسے بھی کچھ تعرض نہیں کرتا کہ اس کے حدود مملکت میں رہنے والے اپنے لیے مذہب کونسا پسند کرتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں کہ وہ ہر ایک کو مذہبی آزادی عطا کرتا ہے۔ وہ جہاں اپنے نظام کے مراکز، یعنی مساجد کی حفاظت کرتا ہے۔ وہاں تمام اہلِ مذاہب کی پرستش گاہوں کی بھی حفاظت اپنے ذمہ لیتا ہے۔ وہ اسلامی مملکت کے وجود کی ایک وجہ جواز یہ بھی بتاتا ہے کہ۔ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا/22) اگر اللہ انسانوں کے ذریعے، سرکش قوتوں کی روک تھام کا انتظام نہ کرتا، تو یقیناً راہبوں کی خانقاہیں، عیسائیوں کے گرجے۔ دیگر اقوام کی پرستش گاہیں اور مسجدیں جن میں بکثرت خدا کا نام لیا جاتا ہے ڈھا دی جاتیں۔ لہٰذا، ان تمام معبدوں کی حفاظت، قرآنی مملکت کی ذمہ داری ہے، جس کا ہر غیر مسلم بطور اپنے حق کے مطالبہ کر سکتا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس نے جماعت مومنین سے تاکیداً کہا ہے کہ۔ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ تم غیر مسلموں کے معبودوں کو گالی مت دو۔ تم ایسا کرو گے تو وہ، اس کے جواب میں بربنائے جہالت، اللہ کو گالی دے دیں گے۔ سو جس طرح تمہیں یہ برا لگے گا، اسی طرح انہیں، ان کے معبودوں کو تمہارا گالی دینا بھی برا لگتا ہے اصل یہ ہے کہ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ (6/109) ہر ایک کو اپنا اپنا مسلک اور اپنا اپنا معبود پسند ہوتا ہے۔ تم ان تک حق کی بات پہنچاؤ جب یہ بربنائے علم و بصیرت، غلط اور صحیح میں تمیز کرنے کے قابل ہو جائیں گے، تو خود بخود، اپنے

معبودان باطل کو چھوڑ کر، صحیح نظامِ زندگی اختیار کرلیں گے۔تم ان سے مجبوراً ایسا نہیں کرا سکتے لہٰذا قرآن، نوع انسان کو، مذہبی آزادی کا حق ہی نہیں دیتا بلکہ اس کی بھی ضمانت دیتا ہے کہ کوئی ان کے معبودوں کے خلاف زبان درازی یا ان کی شان میں گستاخی نہ کرے۔

قرآن کی روشنی میں انسانیت کا احترام اور انسان کے قرآنی حقوق ہم نے سنیں اب ہم ان واقعات کی طرف آتے ہیں جن واقعات کے پس منظر ہم نے اس موضوع کا انتخاب کیا ہے ہمارا گزشتہ ایک خطبہ تھا، مذہبی آزادی، اسلامی مملکت میں دنیا کے سارے مذاہب کو حاصل ہے کسی مذہب کے پیروکاروں کو کوئی حق نہیں کہ وہ اپنے مذہب کو حق اور سچ مان کر دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں پر یا افراد پر گولیاں برسائے یا خودکش حملے کرے ہمارے ملک میں کچھ عرصہ پہلے مرزائیوں کی عبادت گاہوں پر حملے کیے گئے تھے ہم نے اپنے خطبہ میں یہ پیغام دیا تھا کہ یہ طریقہ یہ انداز سو فیصد اسلام کے خلاف ہے اس سے ہمیں تعریف اور تنقید کا سامنا ہے ان واقعات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اندازیہ اپنایا جائے جسکا اسلام نے حکم دیا ہے تو اسلام بڑھتا ہے۔غیر مسلم اسلام کی دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔

ہمارے یہ خطبات راولپنڈی سے کسی اللہ کے بندے کے ذریعے سرگادھا پہنچے تو ایک مرزائی دکاندار خطبہ جمعہ اپنی دکان میں بیٹھا سن رہا تھا اگلے دن پورے خاندان کے ساتھ مسلمان ہو گیا صرف اسلام کی مثبت دعوت اور سوچ سے اور دعوت ہوش سے۔آج ہم میں جذبات بہت ہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کونسی غیر مسلم لوگوں کی عبادت گاہوں کو گرادیا تھا نبی کے زمانہ میں غیر مسلم اس جرم میں نہیں مارا گیا تھا کہ یہ غیر مسلم ہے اس سے جینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے غیر مسلم کی جان مال اور عزت کی حفاظت کی ذمہ داری اسلام نے مسلمانوں پر ڈالی ہے اس لیے کافر مسلمانوں کے امن سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا کرتا تھا، مگر آج مسلمانوں کو دہشت گرد، بنیاد پرست اور دقیانوس جیسے الفاظ سے پکارا جا رہا ہے کیوں؟ اس لیے کہ اب مسلمان کا کردار ٹھیک نہیں رہا، کیا مسلمان کو مارنے اور مرنے کی دعوت دی جائے، مسلمان کو امن تباہ کرنے کا کہا جائے، عزت لوٹنے کا کہا جائے، نہیں مسلمان امن پسند ہوتا ہے، اخوۃ والا ہوتا ہے اس لیے مسلمانوں کو چاہئے جذبات کے بجائے ہوش سے کام لیں۔قرآن کہتا ہے کہ ایمان اور کفر کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (18/29) اے نبی آپ ان سے کہہ دیں حق تمہارے رب کی طرف سے نکھر کر سامنے آگیا ہے اب جسکا جی چاہے ایمان لے آئے اور جسکا جی چاہے کفر کو اختیار کرے۔فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا

جو ہدایت پر چلے گا اس کو اسی کا فائدہ ہو گا اور جو گمراہ ہو گا اس کا وبال اسی پر ہو گا۔اگر تیرے رب کی مشیت میں ہوتا تو روئے زمین پر تمام لوگ (مومن ہوتے) ایمان لے آتے لیکن اللہ نے انہیں مجبور پیدا نہیں کیا بلکہ قرآن کی شکل میں روشنی دی ہے۔جسکا جی چاہے فائدہ حاصل کرے اور جس کا جی چاہے اندھیرے میں رہے یہ ہے قرآنی حقائق جس سے ہم نظر انداز کر دیتے ہیں ان حقائق سے ہمیں یہ سبق دیا گیا ہے کہ تشدد، جبر، زبردستی سے اسلام منع کرتا ہے۔اللہ رب العزت ہمیں حوصلہ صبر، برداشت اور ایمانی قوت عطا فرمائے، اللہ رب العزت ہمیں انسان کے احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

جب ہم صحیح مسلمان تھے کسی گروہ یا فرقہ میں تقسیم نہ تھے تب قرطبہ پر مسلمان حکمران تھے خلافتِ عثمانیہ بھی مسلمانوں کی پہچان تھی تعلیمی درس گاہیں بھی مسلمانوں کی تھی سائنسدان بھی مسلمان تھے دنیا میں ہر نئی چیز مسلمان متعارف کرواتے تھے جب سے ہم نے صوبائیت، لسانیت کو اپنایا اور فرقہ بندی کو اپنی پہچان بنایا تب سے ہم ہر شعبہ میں زوال کا شکار ہیں پستی اور ذلت مسلمانوں کا مقدر بنتی جا رہی ہے آیئے ہم پھر سے صحیح مسلمان بن جائیں اپنی پہچان بطور مسلمان کروائیں تا کہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو گم شدہ علمی میراث واپس مل جائے اور عظمتِ رفتہ بحال ہو جائے اور پھر شان سے زندگی گزارنے لگ جائیں جیسے مدینہ منورہ کی پہلی اسلامی ریاست میں صحابہؓ شان سے زندگی گزارتے تھے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین